اور ایک غزل کا یہ مقطع پیغام توحید کا خوبصورت مرقع ہے ؎

کروں میں شکرِ خدا اور پڑھا کروں الحمد
سچل یہ عشق کا تمغہ عطائے عام ہوا

سچل کے اسلامی تصوف کے فلسفے میں انا الحق ، وحدت الوجود ، ہمہ اوست ، نفی اثبات فنا ، بقا ، موت و زیست ، حق و باطل ، ظاہر و باطن ، خیر و شر ، ذکر و فکر ، حال و قال کے تمام اسرار و رموز پہلو بہ پہلو نظر آئیں گے ، سچل نے علم و عرفان کے ان تمام نکات کو شعری آئینے میں جما کر انسانی ذہنوں کو حقیقت پسندی اور حق شناسی سے سرشار ہمکنار کر دیا ہے ؎

منصور ہو یا سرمد ہو صنم یا شمس الحق تبریزی ہو
اس تیری گلی میں اے دلبر ہر اک کا سر قربان ہوا

فنا کی بات باطل ہے اگر تو ہم سے سچ پوچھے
خدا ہے تو بقا باللہ نہ ہرگز تو فنا ہوگا

انا الحق جب کہوں گا میں سرِ میدان آؤں گا
گلی اب چھوڑ دلبر کی طرف دیگر نہ جاؤں گا

لقمان و افلاطون ہیں دیوانے تیری دید کے
اے دوست اس سنسار میں آئینہ ہے تو سر بسر

زمیں پر کیا فلک پر کیا عرش کرسی پہ
دروں بیروں ہمہ اندر کہ یہ تو جا بجا ہوگا

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
ادھر وہ ہی اِدھر وہ ہی سچو کہہ تم کجا ہوگا

کہا اک بار اُس نے بالیقیں کلمہ انا الحق کا
وہ اسرار میں منصور کو بردار دیکھا تھا

عشق ، مجازی ہو یا حقیقی ، عشق کے بغیر زندگی کوئی زندگی نہیں ۔ کائنات کا وجود اور حیات کی تشکیل عشق کے سربستہ راز میں مضمر ہے ۔ محبوب کی طلب اور عشق کی تڑپ وہ کیفیت ہے جو حیات کو تابندگی اور استقامت بخشتی ہے ۔ فلسفہ عشق کو مولانا رومی ، حافظ شیرازی اور علامہ اقبال نے اپنے کلام میں بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے ، عشق کی راہیں آسان بھی ہیں کٹھن بھی ۔ جو ہم نفس ناہموار و

دشوار گزار راہوں سے گزر کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے وہی محبوب کی قربت کی نعمتوں سے سرشار و بدمست ہوتا ہے۔ سچل نے عشق مجاز کی چوٹ کھائی تھی یا نہیں اس کا تو کوئی علم نہیں لیکن مجازی دنیا کے محبوب سے خوب جی کھول کر گفت و شنید کی ہے اور تصوراتی لطف اندوزی ان کے حصے میں آئی ہے۔ مزید برآں چونکہ انہیں تصوف و معرفت سے گہرا تعلق تھا، صوفیانہ زندگی سے روحانی وابستگی تھی اس لئے وہ عشق کے اسرار و رموز اور کیف و الم کی لذتوں سے خوب آشنا تھے۔ اس حقیقت کا انکشاف خصوصیت کے ساتھ ان کے فارسی کلام سے ہوتا ہے لیکن ان کے اکثر اردو اشعار بھی عشق کے بھرپور تاثر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ پہلے اس صوفی مفکر کا ایک فارسی شعر پیش کیا جاتا ہے ؎

آشکارا گذرند مذہب ہا
در رہِ عشق چہ کند چہ ثواب

اب یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

بہتر ہے ایسی زندگی بن عشق ہے شرمندگی — بن عشق سے شرمندگی بہتر ہے ایسی زندگی
سیکھے گا عشق جو بھی جھیلے گا وہ مصیبت — سر جاں صنم پہ صدقے سچل بہ جسم سارا
عشق ہے امام میرا دیگر امام کیا ہے — میخانہ میں ہوا ہوں جرعہ با جام کیا ہے
آخر یہ مطلب پالیا مرشد نے یہ ہم سے کہا — بن عشق دلبر کے سچل کیا کفر کیا اسلام ہے

بن سچل تو عشق کا پروانہ شمع حسن پہ
دیکھو ابراہیم پہ آتش ہوئی گلزار ہے

حضرت سچل سرمست کسی خاص طبقے کے شاعر نہ تھے بلکہ وہ ایک صوفی مفکر تھے اُن کی صوفیانہ تخلیقات اور عارفانہ ارشادات ہمارا قومی ورثہ ہیں جن کا تحفظ ہمارا قومی فریضہ ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت سچلؒ کی سندھی نگارشات کے علاوہ اُردو اور فارسی کے افکار عالیہ تنقید و تبصرہ کے ساتھ جامع و مانع انداز میں شائع کئے جائیں تاکہ پاکستانی اور علاقائی ادب کے ان گرانمایہ موتیوں سے ہمارے علمی و ادبی سرمایہ میں گرانقدر اضافہ ہوسکے اور آئندہ نسلیں بھی ان تعمیری جواہر پاروں سے روشناس و فیضیاب ہوسکیں۔

مرآۃ الشہود بوحدۃ الوجود والموجود

مخدوم محمد معین (عرف مخدوم ٹھارو) ٹھٹوی سندھی (ولادت ۱۰۹۴ھ، وفات ۱۱۶۱ھ) بارہویں صدی ہجری میں سندھ کی نادر روزگار شخصیت گزرے ہیں جو ایک طرف حدیث اور علم کلام میں بحر بے کنار معلوم ہوتے ہیں تو دوسری طرف تصوف اور فلسفہ اشراق کے امام ہیں۔ آپ نے معرکۃ الآراء کتاب دراسات اللبیب کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں اور علمی رسائل تصنیف فرمائے ہیں، لیکن تاحال ان کی اشاعت نہیں ہوئی۔ ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ ان کتابوں کی تحقیق اور مقدمہ کے ساتھ معیاری طباعت کرائیں۔ وہو المعین۔

مخدوم صاحب، طریقت میں خواجہ ابو القاسم درس سندھی نقشبندی کے اٹھائیس خلفاء میں سے بڑے خلیفہ ہیں، مگر جیسا کہ اسلاف میں سے کئی نقشبندی بزرگ وحدت وجود کا مسلک رکھتے تھے، اسی طرح مخدوم محمد معین رح بھی وحدت وجودی صوفی تھے اور اس مسلک کی تائید میں آپ نے تین رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ چھوٹا رسالہ **مرآۃ الشہود بوحدۃ الوجود والموجود** ہے۔

یہ رسالہ اصل مخطوطہ چار چھوٹے صفحات پر مشتمل تھا اور وہ بھی کرم خوردہ، اس لیے کہیں کوئی لفظ پڑھنے میں نہیں آتا تھا، دوسری بات یہ کہ رسالہ بے حد علمی لیکن کتابت کی بیسیوں اغلاط پر مشتمل ہے۔ ہم نے اردو ترجمہ میں اغلاط کو حتی الامکان سدھارنے کی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی کچھ جملے مبہم رہ گئے ہیں۔ عربی عبارات کو اصل کے موافق رہنے دیا گیا ہے تاکہ ممکن ہے کہ آئندہ کوئی صحیح نسخہ ہاتھ آجائے جس سے تصحیح آسان اور ممکن ہو جائے۔ فی الحال اسی کو غنیمت سمجھ کر چھاپ رہے ہیں۔ اگر کوئی باذوق عالم ہمیں رہی ہوئی اغلاط پر مطلع کرے گا تو اس کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

(غلام مصطفیٰ قاسمی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حامداً ومصلیاً ومسلماً فان البرهان المنتهض فی رسالتنا "بادهة الورود" انما هو علی اثبات وحدة الوجود دون الموجود ایضاً علیٰ ما نبهنا علیٰ ذٰلك فی اٰخر تلك الرسالة ـــــ وهذا البرهان الذی نورده یثبت وحدة الوجود والموجود معًا انشاء الله تعالیٰ وسمیت هذا البرهان ـ بمرآة الشهود بوحدة الوجود والموجود وهو سبحانهٗ هو المنعام الموفق لارب غیره -

(اللہ کی حمد کرتے ہوئے اور (اس کے رسولؐ پر) صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے) ہمارے رسالے بادھۃ الورود نامی میں جو برہان قائم کیا گیا تھا وہ صرف وحدت وجود کے اثبات پر تھا، موجود کے وحدت پر نہ تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس رسالے کے آخر میں اس پر تنبیہ کی تھی اور (اب) جو ہم برہان لا رہے ہیں وہ وجود اور موجود دونوں کی وحدت کو ساتھ ثابت کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں نے اس کا نام مرآۃ الشہود بوحدۃ الوجود والموجود رکھا ہے۔ اور وہی پاک ذات ہے، وہی بڑا منعم، توفیق دینے والا ہے، اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے۔

ان الوجود الحقیقی المبدأ لکون الانتزاعی العام غیر خارج عن ماهیة الواجب تعالیٰ والا لکانت فی حد ذاتها غیر متصفة بالموجودیة ، وکل ما هو غیر متصف بها کان معدومًا فکان ماهیة الواجب فی حد ذاتها مع قطع النظر عن امر خارج عنها معدومة محتاجة فی اکتساب صفة الموجودیة لها الی امر خارج عن ذاتها وهو الوجود ـــــــ اذا الموجودیة صفة انتزاعیة

بے شک وجودِ حقیقی جو کہ وجود انتزاعی عام کے لیے مبدأ ہے۔ واجب تعالیٰ کی ماہیت سے خارج نہیں ہے، ورنہ واجب کی ماہیت اپنی ذات میں موجودیت سے موصوف نہ ہوگی اور جو چیز موجودیت سے موصوف نہیں ہے وہ معدوم ہوتی ہے، تو (اس کا یہ نتیجہ ہوگا) کہ واجب کی ماہیت جب اس کو اس سے باہر کی چیزوں سے الگ کرکے صرف اس کی ذات کے لحاظ سے دیکھا جائے گا تو وہ معدوم ہوگی اپنے لیے موجودیت کا وصف کسب کرنے میں اپنی ذات سے باہر کی چیز کی طرف محتاج ہوگی اور وہ چیز وجود ہے۔ کیونکہ موجودیت (موجود ہونا) موجود سے نکلی ہوئی صفت (صفت انتزاعی) ہے۔ اور موجود وہ ہے

عن الموجود والموجود لیس الاما یقوم به الوجود حقیقة فکانت فرع قیام الوجود بالماهیة والمعدومیة فی حد الذات. والحاجة فی اکتساب الموجودیة الی ما هو بخارج عن الذات عین حقیقة الامکان ومصداقها فلم یکن ماهیة الواجب فی حد ذاتها ماهیة الواجب بل ماهیة ممکنة وجب بالغیر وهو الوجود ان وجب.

جس کے ساتھ وجود حقیقی قائم ہو، تب (واجب کی) ماہیت اپنی ذات کے لحاظ سے ماہیت کے ساتھ وجود کے قائم ہونے کی اور نہ ہونے کی فرع ہوگی۔ موجودیت کے کسب کرنے میں اپنی ذات سے خارج چیز کی طرف احتیاج امکان کی حقیقت اور مصداق کا عین ہے، تب واجب کی ماہیت اپنی ذات کے لحاظ سے واجب کی ماہیت نہ ہوگی بلکہ ماہیتِ ممکنہ ہوگی جو غیر یعنی وجود کی وجہ سے واجب بنے گی وہ بھی تب جب وجود، واجب ہو۔

فالوجود لابد وان یکون غیر خارج عن ماهیة الممکن فان کان ذاتیا وجزء لها لزم ترکب الواجب فلم یکن ما فرضنا الواجب واجبا لاحتیاجه الی الاجزاء وهی عین المرکب منها ومن الهیئة الترکیبیة فلابد وان یکون ذاتا وعینا لتلك الماهیة۔

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ وجود کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب کی ماہیت سے خارج نہ ہوگا۔ پس اگر وہ واجب کی ماہیت کے لیے جز اور ذاتی ہوگا تو واجب کی ترکیب لازم آئے گی، تب جس کو ہم نے واجب فرض کیا تھا وہ واجب نہ رہے گا کیوں کہ اس کی اجزاء کی طرف احتیاجی ہوگی اور یہ اس سے اور ہیئتِ ترکیبیہ سے مرکب کا عین ہے، پس ضروری ہے کہ وجود واجب کی ماہیت کا عین ہو۔

کان الوجود عین ماهیة الواجب وذاته وجب ان یکون خارجا عن ماهیة الممکن والا لکان اما ذات الممکن عین ذات الواجب فلم یکن ما فرضنا الممکن ممکنا او الواجب جزء ذات الممکن فیلزم ترکیب ماهیة واحدة

جب وجود واجب کی ماہیت اور ذات کا عین ہوگا تو ضروری ہے کہ وہ ممکن کی ماہیت سے خارج ہو ورنہ تو ممکن کی ذات واجب کی ذات کا عین بن جائے گی، پھر جس کو ہم نے ممکن فرض کیا تھا وہ ممکن نہیں رہے گا، یا واجب کو ممکن کی ذات کا جز کہیں گے تو پھر ایک ماہیت کی ترکیب دو نقیضوں سے ہو جائے گی اور یہ باطل ہے، تب وجود

من المتناقضين وهو باطل فيكون الوجود خارجا عن ماهية الممكن لا محالة -

ممکن کی ماہیت سے لا محالہ خارج ہی ہوگا -

الممکن اذا فی حد ذاتها امر هو نقيض الوجود . ونقيض الوجود عدم بالضرورة فماهية الممکن اذا عدم ضرورة -

ممکن کی ماہیت کو جب اس کی ذات کے لحاظ سے دیکھا جائے گا تو وہ ایک شئے ہوگی جو وجود کا نقیض ہو اور وجود کا نقیض ضروری طور پر عدم ہوتا ہے ، تب ماہیت ممکن کی اس وقت ضروری طور پر عدم ہوگی-

معدوم اذا لوحظ فی حد ذاته يعدم هو عين ذاته فوصف المعدومية ذاتی لعدم اقتضاء ذاته كما ان الوجود الحقيقی موجود اذا لوحظ فی ذاته بوجود هو عين ذاته . فوصف الموجودية ذاتی الوجود اقتضاه ذاته . وما بالذات لا ينفك عن الذات -

معدوم کو اس کی ذات کے لحاظ سے عدم سے تصور کیا جائے گا تو وہ عدم معدوم کی ذات کا عین ہوگا، اس حالت میں معدومیت والی وصف عدم کے لیے ذاتی ہوگی، جس کو عدم کی ذات نے اقتضا کیا ہے جس طرح وجود حقیقی کو اس کی ذات کے لحاظ سے دیکھا جاتا ہے تو وہ ایسے وجود کے ساتھ موجود ہوتا ہے جو اس کی ذات کا عین ہے تب موجودیت کی وصف وجود کی ذاتی ہے جس کو وجود کی ذات نے اقتضا کیا ہے اور جو چیز بالذات ہوتی ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی-

بالبرهان الا واجب او ممتنع ؛ فالوجود لا يصير عدما فلا يصير معدوما . والعدم لا يصير موجودا فلا يصير موجودا . والا لزم انفكاك مقتضى الذات عن الذات وهو مستحيل .

وجود عدم نہیں ہوتا تو پھر معدوم بھی نہ ہوگا اور عدم وجود نہیں ہوتا تو پھر وہ موجود بھی نہ ہوگا ورنہ ذات کی مقتضیٰ ذات سے الگ ہوجائے گی اور یہ محال ہے -

الموجود عقلاً وبرهانا ما قام به الوجود قيام الشئ بنفسه وحقيقة المعدوم ما قام به العدم قيام الشئ بنفسه كذلك به الوجود والعدم

موجود عقل اور برہان سے وہ ہے جس کے ساتھ وجود کا قیام - شئی کا اپنے نفس کے ساتھ قیام کی طرح ہو- اور معدوم کی حقیقت وہ ہے کہ جس کے ساتھ عدم کا قیام ہو اور وہ بھی قیام بنفسہ کی طرح ہو

كذلك لا يزولان عنه ضرورة استحالة زوال الشيء عن نفسه.

اذا انحصرت في الوجوب والامتناع وجب الفحص عن المسمى بالامكان. وهي الحقيقة الثالثة عند الجمهور الموصوفة بتساوي طرفي الوجود والعدم. المراد من هذين الطرفين ان كان الكون المنتزع والعدم المقابل له صح تصور ماهية لم تكن في حد ذاتها لا وجودا او موجودة ولا عدما ومعدومة اذا لوحظ الوجود والعدم بهذا المعنى المجازي اليه كانا متساوي النسبة اليها من غير ترجيح احدهما على الآخر. وليس الكلام في حصر هذا الكون المنتزع في الوجوب والامتناع. وان كان مبدأه ومقابل المبدأ. وقد سبق البرهان على انحصاره في الواجب وكونه عينه. فلم يبق للماهيات المفروضة غير الوجود الامتناع ذلك المبدأ وهو الامتناع لا غير كيف ويستحيل انفكاك الوجود الذي قام البرهان على انه عين الذات.

هل قام برهان عن ذاته ورفع العدم المزائل عما نسب اليه فضلا عن جواز الانفكاك

تب وجود اور عدم ان دونوں سے جدا نہ ہوگا کیونکہ شئی کا اپنی ذات سے زوال مطلقاً محال ہوتا ہے۔

جب (حقیقت) وجوب اور امتناع میں منحصر ہوئی تو جسے امکان کہا جاتا ہے اس کا تفحص کرنا چاہیے جمہور کے ہاں یہ ایک تیسری حقیقت ہے جو وجود اور عدم دونوں طرفوں کی مساوات کے ساتھ موصوف ہے۔ دو طرفوں سے اگر مراد کون انتزاعی اور اس کا مقابل عدم ہے تو پھر ایک ایسی ماہیت کا تصور صحیح ہوگا جو اپنی ذات میں نہ تو وجود اور موجود ہو اور نہ عدم اور معدوم ہو، جب وجود اور عدم کی اس معنی مجازی کے لحاظ سے اس کی طرف نسبت کی جائے گی تو دونوں کی نسبت اس کی طرف مساوی ہوگی اور کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی اور ہمارا کلام اس کون انتزاعی کا وجوب اور امتناع میں منحصر ہونے میں نہیں ہے اور اگر اس کا مبدأ اور مبدأ کا مقابل مراد ہوگا تو اوپر برہان گزر چکا ہے کہ وہ واجب میں منحصر ہے اور اس کا عین ہے تو مفروضہ ماہیات کے لیے وجود مبدأ کا مقابل ہوگا جو امتناع ہے اور کوئی چیز نہ ہوگی اور اس وجود کا انفکاک محال ہے جس پر یہ برہان قائم ہو چکا ہے کہ وہ ذات کا عین ہے۔

تب کوئی ایسی ماہیت متصور نہ ہوگی جو اپنی ذات میں نہ وجود اور موجود ہو اور نہ عدم اور معدوم ہو۔ جب وجود اور عدم کو اس معنی کے لحاظ سے لیا جائے گا

والرفع؟ فلم يتصور ماهية لم تكن في حد ذاتها لا وجودا ولا عدما ومعدومة اذا لوحظ الوجود والعدم بهذا المعنى كانا متساوي النسبة اليهما من غير ترجيح احدهما على الآخر وهذا جلي على اليقظان بعد البرهان .

تو ان کی اس ماہیت کی طرف نسبت مساوی ہوگی کسی ایک کو دُوسرے پر ترجیح نہ دی جائے گی۔ یہ برہان کے بعد ہر بیدار انسان پر ظاہر ہے۔

الكون المنتزع لا يمكن انتزاعه الا بعد اتصاف ما يحكم عليه به بمبدأه وهو الوجود الحقيقي .

کون منتزع کا انتزاع تب ممکن ہوگا جب اس پر جو مبدأ کا حکم کیا جاتا ہے اس سے اتصاف ہو اور وہ وجود حقیقی ہے ۔

فالماهيات المفروضة غير الوجود وهي المسمى بالممكنة ان لم يتصف بمبدأه هذا الكون كما اعطاه البرهان لم يصح اتصافها بهذا الكون اصلا وقد اقررت بصحة اتصافها بذلك الكون حيث قلت فنقول المراد من هذين الطرفين ان كان الكون المنتزع الخ قلنا الكون المذكور لا يعتمد اتصاف ما يحكم عليه بذلك الكون بمبدأ اتصافا حقيقيا لا يوجد الا في ذات من قام به ذلك المبدأ قيام نفس الشئ بالشئ بل الاتصاف اعم من ذلك وعن نسبة اليه على وجه تحلى اعتباري .

تب ماہیات مفروضہ وجود کے غیر ہیں اور ان کا نام ممکنہ ہے۔ اگر ان کا اتصاف اس کون کے مبدأ سے نہ ہوگا ، جیسے برہان بتا رہا ہے تو ان کا اس کون سے اتصاف کبھی صحیح نہ ہوگا حالانکہ ہم اس کون کے ساتھ اس کے اتصاف کا اقرار کر چکے ہیں ، جیسا کہ میں نے کہا تھا ، تو ہم کہیں گے کہ ان دو طرفوں سے مراد اگر کون منتزع ہے الخ تو کہیں گے کہ کون مذکور اس پر اعتماد نہیں رکھتا کہ جس پر اس کون کا حکم کیا جائے تو وہ اس کے مبدأ سے حقیقی اتصاف رکھتا ہو کہ وہ صرف ایسی ذات میں پایا جائے جس کے ساتھ اس مبدأ کا قیام اس طرح ہو جیسے نفس شئ کا قیام شئ سے ہوتا ہے، بلکہ اتصاف اس سے اور اس کی طرف اعتباری نسبت کرنے سے اعم ہے۔

فالماهيات وهي في حقائقها حصص

تب ماہیات جو اپنی حقائق کے لحاظ سے ایسے حصص وجودی ہیں اور علم کے مرتبہ میں وجود کو اس کے بعض کمالات سے مقید کرنے سے حاصل ہوتے ہیں جب ہم نے ان کو وجود کا غیر فرض کیا اور اعتباری رسوم